(۹۰)

اصل مقصد اور مدّعا کے حصول کی خاطر مصائب کی پرواہ نہ کرو

(فرمودہ۔ ۱۲ نومبر ۱۹۱۵ء)

تشہّد ،تعوّذ اور سورۃ فاتحہ کے بعد حضور نے مندرجہ ذیل آیت کی تلاوت فرمائی:۔

یٰبَنِیَّ اذْهَبُوْا فَتَحَسَّسُوْا مِنْ يُّوْسُفَ وَاَخِيْهِ وَلَا تَايْـَٔسُوْا مِنْ رَّوْحِ اللّٰهِ ؕ اِنَّهٗ لَا يَايْـَٔسُ مِنْ رَّوْحِ اللّٰهِ اِلَّا الْقَوْمُ الْكٰفِرُوْنَ [1]

پھر فرمایا:۔

بہت سی باتیں اور بہت سے مطالب و مدعا ایسے ہیں جن کے حاصل کرنے سے انسان کو بعض راحتیں، آرام اور خوشیاں پہنچتی ہیں۔ پھر اس کام کو کرتے کرتے درمیان میں ایک اور خوشی حاصل ہو جاتی ہے جس کی وجہ سے انسان اس خوشی کی طرف متوجہ ہو جاتا ہے اور اسی کی طرف لگ جاتا ہے اور اپنے اصل مدعا کو بھول جاتا ہے۔ اور بعض وقت ایک کام کو پورا کرنے میں اس قدر ابتلاء اور روکیں آ جاتی ہیں۔ جن کے پیش آنے سے انسان ہمت ہار کر بیٹھ جاتا ہے اور اس مدعا کو حاصل کرنے سے ناامید ہو جاتا ہے وہ مصائب و ابتلاء جو انسان کے راستہ میں آتے ہیں انسان کو چاہیئے کہ ان کی طرف متوجہ نہ ہو اور ان کی پرواہ نہ کرے۔ بعض انسان اس قسم کے ہوتے ہیں کہ وہ ان مصائب کی پرواہ نہیں کرتے اور اپنے مطلب و مدّعا کے حاصل کرنے میں لگے رہتے ہیں اور کسی ابتلاء اور مصیبت کو کچھ نہیں سمجھتے۔ جو لوگ ایسے ہوتے ہیں ان کو لوگ پاگل کہتے ہیں، مجنون اور دیوانہ کہتے ہیں لیکن وہ کبھی اپنے مقصود و مدعا کو حاصل کرنے سے نہیں رُکتے اور نہ کسی کی ملامت کی کچھ پرواہ کرتے ہیں۔

لوگ انہیں پاگل کہے جاتے ہیں لیکن انہیں اپنے کام سے کام ہوتا ہے۔ درحقیقت پاگل کہنے والے خود پاگل اور مجنون ہوتے ہیں۔ قدیم سے جماعتیں اور سلسلے بنانے والوں کو لوگ پاگل کہتے آئے ہیں۔ اور تمام انبیاء اور مرسلین اور اولیاء و اقطاب اور مجددین کو لوگوں نے پاگل و مجنون کہا ہے اور جن کاموں سے لوگ ڈرتے ہیں وہ ان کو کر گزرتے ہیں۔ اور جن کو پاگل کہا گیا ہے آخر وہی اپنے مطالب میں کامیاب ہوئے۔ حضرت نوح علیہ السلام سے لے کر حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تک اور پھر نبی کریمؐ سے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام تک جس قدر بھی راستباز خواہ وہ نبی یا رسول ہوں خواہ وہ مجدّد غوث قطب ہوں سب کو لوگوں نے پاگل اور دیوانہ کہا ہے۔ مکہ جیسی بستی میں جو شرک اور بیدینی میں اس قدر حد سے گزر گئی تھی گویا شرک میں ڈوبی ہوئی تھی اور جن کی زندگی کا انحصار ہی بت پرستی پر تھا اور ایسی خونخوار و بت پرست قوم جس کی نظیر آج ہندوؤں میں بھی نہیں پائی جاتی کیونکہ وہ لوگ سفر کو بھی جاتے تو آٹے کا بت بنا کر اپنے ساتھ رکھتے تھے پھر ایسی ظلمت کے وقت میں نبی کریمؐ کا ظہور ہونا کیسے خطرے کا مقام تھا اور پھر باوجود اس کے آپ کے پاس نہ کوئی سپاہ تھی اور نہ کوئی لشکر تھا تو آپ نے ایسے وقت میں کھڑے ہو کر کہا کہ مَیں تمہارے بتوں کو باطل کر دوں گا اور شرک کو جزیرہ عرب سے نکال دوں گا۔ جو میرے مقابلہ میں اٹھے گا وہ تباہ و ہلاک ہو جائے گا وہ رسوائی اور نامرادی کا منہ دیکھے گا۔

ایسی حالت کو دیکھ کر ایک دنیادار انسان مجنون اور دیوانہ ہی کہے گا اور لوگوں نے کہا اور اس وقت بھی خدا کی طرف سے ایک آواز آئی لیکن لوگوں نے اسے بھی مجنون اور دیوانہ ہی کہا۔ پیچھے آنے والے لوگ یہی کہا کرتے ہیں کہ لوگوں نے انبیاء سابقین مرسلین اور مجددین کو کیونکر پاگل کہا۔ حالانکہ جس طرح پہلے لوگوں نے صادقین کو پاگل کہا اسی طرح یہ لوگ بھی حضرت مسیح موعودؑ کو پاگل ہی کہتے ہیں۔ اور جو اعتراض پہلے لوگ کرتے تھے وہی اب یہ لوگ کرتے ہیں۔ الغرض یہ سلسلہ ہمیشہ سے ایسا ہی چلا آیا ہے اور صداقتوں کے راستہ میں روکیں آتی ہی رہی ہیں۔ لیکن بے استقلال اور بے ہمت انسان ایسے وقت میں اپنے آپ کو علیحدہ کر لیتے ہیں اور کام کرنے کے وقت بے استقلالی سے کام کرتے ہیں۔ ہاں ناممکن کاموں میں پڑنے والے پاگل ہوتے ہیں لیکن ایسے کاموں میں پڑنے والا جو انسانی تدابیر کے ماتحت ہوں اور جن کے کرنے سے بظاہر امید بھی نظر آتی ہو تو ایسے امور میں پڑنے والے کو لوگ

پاگل نہیں کہا کرتے۔جس قدر ایجادیں ہیں اگر ان کے موجد ان کے پیچھے نہ پڑتے اور مصائب اور مشکلات کو برداشت کر کے ان کو حاصل نہ کرتے اور پیچھے ہٹ جاتے تو آج دنیا کے لوگ کیونکر یہ آرام اور آسائش کے سامان حاصل کرتے اور وہ خود کیونکر چین سے اپنی زندگی بسر کرتے۔ان لوگوں نے بڑے استقلال اور ہمت سے اپنے مقصد کو حاصل کرنے کیلئے تمام ابتلاؤں اور مشکلات اور مصائب کا مقابلہ کیا اور ہمت نہیں ہارے اور کسی کی پرواہ نہیں کی کہ کوئی ان کے متعلق کیا کہتا ہے۔

کولمبس نے جس وقت امریکہ کی طرف سفر کرنے کا ارادہ کیا تو اس وقت اسے بھی لوگ پاگل کہتے تھے اور کہتے تھے کہ دیکھو یہ پاگل کہتا ہے کہ اس سمندر کے دوسری طرف بھی کوئی اور خشکی ہے چنانچہ جب اس نے ملکہ سپین سے مدد طلب کی اور یہ معاملہ مجلس امراء کے سامنے پیش ہوا تو سپین کے کارڈنیل نے (کارڈنیل وہ پادری ہوتا ہے جو پوپ کی طرف سے کسی ملک کے مذہبی معاملات کے تصفیہ کیلئے سب سے بڑا حاکم ہوتا ہے) اس پر مجنون یا کافر ہونے کا فتویٰ دیا اور کہا کہ دیکھو یہ شخص زمین کے گول ہونے کا قائل ہے۔گویا اس کا خیال ہے کہ ہماری زمین کے نیچے اور ملک ہے اور وہاں جو لوگ رہتے ہیں ان کی ٹانگیں اوپر اور سر نیچے اور درختوں کی جڑیں اوپر کی طرف ہیں تو شاخیں نیچے کی طرف۔ان مشکلات کے ہوتے ہوئے اگر کولمبس اپنی تحقیقات کو چھوڑ دیتا تو وہ عزت وشہرت جو اس نے حاصل کی اس کو کیسے ملتی۔جس زمانہ میں سپین کی حکومت مسلمانوں کے ہاتھ میں تھی اس وقت کے ایک عالم گزرے ہیں روحانی اور جسمانی علوم کے واقف تھے جن کا نام محی الدین ابن عربی ہے وہ کہتے ہیں کہ مجھے کشف میں دکھایا گیا ہے کہ اس سمندر کے پرے ایک بہت بڑا وسیع ملک ہے اور بیان کیا گیا ہے کہ کولمبس نے آپ کے سلسلہ کے کسی آدمی سے ہی پہلے پہل سنا تھا کہ زمین گول ہے اور سپین کے پرے سمندر کے ختم ہونے پر ایک بہت بڑا ملک ہے لیکن لوگوں نے اس وقت اسے پاگل قرار دیا اور اس کو کافر بھی کہا۔ایک بات اس کے ذہن میں آ گئی جس پر اس نے بڑے استقلال اور ہمت سے کام کیا اور کسی کی پرواہ نہ کی۔غرض دنیا کے کاموں میں جن میں یہ خیال ہو سکتا ہے کہ شاید آخر میں کامیابی نہ ہو، ہمت والے لوگ راستہ کی مشکلات سے نہیں گھبراتے تو پھر انبیاء علیہم السلام کو دنیا کی ہدایت کیلئے خدا تعالیٰ بھیجتا ہے۔ان کے سلسلہ کی اشاعت میں مایوس ہو کر بیٹھ جانا کیسی نادانی کی بات ہے۔اگر دنیا اس قابل نہ

ہو کہ خدا کی اس آواز کو سنیں تو نَعُوْذُ بِاللّٰہِ خدا تعالیٰ کا اپنے پاک بندوں کو ایسے وقت میں بھیجنا ایک لغو کام سمجھا جائے گا۔ ایسا کہنے والا خدا تعالیٰ پر الزام دیتا ہے۔ نادان لوگ کہتے ہیں کہ مرزا صاحب کا ذکر کرنا ٹھیک نہیں یا یہ کہ ان کے ذکر سے اسلام کی ترقی نہیں ہو سکتی یا یہ کہ ان کے ذکر کرنے کی ضرورت نہیں۔ میں کہتا ہوں کہ خدا تعالیٰ نے جب وہ عالم الغیب ہے تو اس نے کیوں بلا وجہ مرزا صاحب کو بھیج دیا۔ کیا وہ نہیں جانتا کہ اس وقت دنیا کو کسی ہادی کی ضرورت ہے یا نہیں۔ موجودہ زمانے کی خطرناک حالت یہ پکار پکار کر کہہ رہی ہے کہ اس وقت خدا تعالیٰ کے کسی پاک انسان کی ضرورت ہے جو دنیا کو ان کے گناہوں سے پاک اور مطہر کرے۔ لوگ ان کی مخالفت کرتے ہیں لیکن جو شخص مشکلات اور روکوں کو دیکھ کر ہمت و استقلال سے کام نہیں لیتا ہے اور پیچھے ہٹتا ہے وہ خدا تعالیٰ کی رحمت سے ناامید ہے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھ کر کون کہہ سکتا تھا کہ یہ دین تمام ادیان باطلہ پر غالب آ جائے گا۔ اور کون کہہ سکتا تھا کہ یہ لوگ تمام دنیا کے فاتح بن جائیں گے اور دنیا کے چاروں کونوں تک لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کا نعرہ بلند کریں گے۔ لیکن خدا تعالیٰ جانتا تھا کہ اس وقت لوگوں کے دل خواہش مند ہیں کہ خدا کی طرف سے کوئی آواز آئے جو ان کو خواب غفلت سے جگائے۔ اور یہ خواہش ایسی پوشیدہ تھی کہ خود وہ لوگ بھی اس سے واقف نہ تھے جن کے دلوں میں وہ خواہش موجود تھی۔ چنانچہ آپ کی بعثت پر سوائے چند سعید روحوں کے باقی سب لوگ آپ کی مخالفت پر تُل گئے لیکن آہستہ آہستہ وہ فطرتی تڑپ جو سمجھتی تھی کہ اس آب حیات کے بعد میری زندگی محال ہے غالب آتی گئی اور فوج در فوج لوگ اسلام میں داخل ہونے لگے۔ اسی طرح آج کل کے لوگوں کا حال ہے کہ گو وہ حضرت مسیح موعود کی مخالفت کرتے ہیں لیکن درحقیقت ان کے دلوں کے اندر سے ایک آواز اٹھ رہی ہے کہ اس شخص کے قبول کرنے کے بغیر ہماری نجات نہیں۔ بعض کے دلوں میں ابھی یہ آواز بہت کمزور ہے بعض لوگوں کے دلوں میں زیادہ زور سے ہے۔ لیکن آہستہ آہستہ وہ بھی بلند ہوتی جائے گی اور جو لوگ کہ آج نہیں سنتے وہ پھر سنیں گے۔ پس یہ کم ہمتی ہے جو بعض لوگ کہہ دیتے ہیں کہ لوگ ہماری بات نہیں سنتے۔ تم ہمت نہ ہارو وہ آج نہیں تو پھر سنیں گے۔ میرا اس آیت کے پڑھنے سے مدعا اپنی جماعت کو اس بات کی طرف متوجہ کرنا ہے کہ وہ بے استقلالی سے کام نہ لیں۔ یوسف علیہ السلام کو جب اہل قافلہ نکال کر لے گئے تو ان کے بھائیوں نے خیال کیا کہ اب

یوسفؑ نہیں مل سکتے تو حضرت یعقوب علیہ السلام نے انہیں کہا کہ خدا کی نصرت سے ناامید نہ ہو کیونکہ جب خدا تعالیٰ نے میرے دل میں یہ تحریک پیدا کی ہے تو وہ ضرور مل جائے گا، اس لئے تم اس کی تلاش میں مایوس ہو کر مت بیٹھ جاؤ۔ یوسفؑ جو ایک حسین انسان تھے اور جن سے ایک جسمانی رشتہ تھا اس کی تلاش سے حضرت یعقوبؑ نہیں تھکے اور ناامید نہیں ہوئے تو اسلام جو سب حسینوں سے زیادہ حسین، سب خوبصورتوں سے زیادہ خوبصورت ہے بلکہ ہمارے مُردہ دلوں کیلئے آبِ حیات ہے، اس کے کھوئے جانے پر اس کی تلاش کرنے کیلئے ہمیں کتنی محنت اور کوشش کی ضرورت ہے۔ لیکن افسوس کوئی اس کی تلاش نہیں کرتا۔ اس کی تلاش کرنے والے ناامید ہو کر بیٹھ گئے ہیں۔

سنو اور کان کھول کر سنو کہ موت کا کوئی اعتبار نہیں کہ کس وقت آجائے یہ وقت ضائع کرنے کا وقت نہیں۔ خواہ دنیا ہمیں پاگل ہی کہے خواہ تمہارے نفس بھی تم کو مجنون کہیں اور ملامت کریں لیکن تم اپنے کام میں لگے رہو اور کسی طرف توجہ نہ کرو۔ جب خدا تعالیٰ کہتا ہے کہ یہ اسلام کی ترقی اور عروج کا وقت ہے اور خدا تعالیٰ کے وعدے ہمارے سامنے ہیں کہ اسلام تمام مذاہب پر غالب رہے گا تو شیطان اگر لاکھوں مصیبتوں اور ابتلاؤں اور مشکلات کے پہاڑ تمہارے سامنے کھڑے کر دے تو بھی تم ان کو کاٹ ڈالو۔ اگر وہ طرح طرح کی روکیں پیدا کرے تو ان کی پرواہ نہ کرو۔ کیونکہ اس وقت شیطان تمہارے مقابلہ میں اپنی ساری طاقت اور تدابیر خرچ کرے گا۔ پس تم اپنے مدعا کو حاصل کرنے کیلئے غافل اور ناامید نہ ہو جاؤ کیونکہ خدا کے وعدے ہمیں تسلی دے رہے ہیں۔ وہ شخص جو خدا تعالیٰ کی تائید سے ناامید ہو کر بیٹھتا ہے وہ اس کے انعاموں کا وارث نہیں ہو سکتا۔ پس تم تبلیغ کیلئے کوشش کرو اور غافل اور ناامید ہو کر مت بیٹھو۔ جو لوگ اس پیغام کو سنیں وہ عمل کریں اور لوگوں تک اس پیغام کو پہنچائیں۔ نبی کریم ﷺ فرماتے ہیں اَلْحِکْمَۃُ ضَالَّۃُ الْمُؤْمِنِ [۲] کہ کلمہ حکمت مؤمن کی گم شدہ چیز ہے اس کی تلاش میں رہے اور جہاں مل جائے اسے لے لے۔ یہاں کلمہ حکمت کا نام مؤمن کی گمشدہ شے رکھ کر مسلمان کو بتلایا کہ جس طرح گم شدہ اشیاء کو انسان تلاش کرتا رہتا ہے، اسی طرح کلمہ حکمت کی تلاش مسلمان کو لگی رہنی چاہیئے۔ پس جب کہ کلمہ حکمت مومن کا یوسف ہے جس کی تلاش کرنی اس کیلئے ضروری ہے تو وہ سعید روحیں جو بہت سے کلماتِ حکمت کی حامل ہو سکیں اس انتظار میں ہیں کہ کوئی ان کو حق بتائے تو وہ اسے قبول

کریں، وہ بدرجہ اولیٰ یوسف ہیں اور ان کی تلاش ہر ایک مومن کا فرض ہے۔

پس اُٹھو اور ان یوسفوں کو تلاش کرو کہ یعقوب علیہ السلام کا ایک یوسف گم ہو گیا تھا اور تمہارے کروڑوں یوسف گمشدہ ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی غلامی کا دم بھرنے والے لوگوں کی تعداد کتنی ہے کم سے کم اٹھارہ کروڑ ہے لیکن اس وقت وہ دین سے دور اور اللہ تعالیٰ سے غافل ہے اور آبِ حیات کی پیاسی ہے۔ کیا وہ ہمارے یوسف نہیں۔ پھر ان کے علاوہ کروڑوں کروڑ ایسی مخلوق موجود ہے جو اسلام کی صداقت کو قبول کرنے کیلئے تیار ہے کیا وہ ہمارے یوسف نہیں ہیں، ضرور ہیں ۔پس اس قدر یوسفوں کے کھوئے جانے پر بھی کیا تم سُستی سے کام لوگے اور ہمت ہار کر بیٹھ جاؤ گے۔ اٹھو اور ان کی تلاش کرو کہ ان کے مل جانے پر وہ حقیقی یوسف یعنی اسلام بھی مل جائے گا۔ اور کبھی مت خیال کرو کہ لوگ سنتے نہیں، لوگ سنتے ہیں اور ضرور سنتے ہیں۔ دشمنوں کی ملامتوں کی پرواہ نہ کرو اور اس کی ملامت سے تم اپنے کاموں کو نہ چھوڑو۔ کسی کو کیا معلوم ہے کہ موت کس وقت آ جائے گی خدا کے حضور تم نے جواب دینا ہے۔ اگر تم نے غفلت میں اپنا وقت ضائع کر دیا تو خدا کے حضور کیا جواب دو گے اور کون سا منہ لے کر خدا کے سامنے جاؤ گے۔ مَیں تمہیں یعقوبؑ کی طرح کہتا ہوں لَا تَايْئَسُوْا مِنْ رَّوْحِ اللهِ۔ تم خدا تعالیٰ کی تائید و نصرت سے ناامید ہو کر نہ بیٹھ جاؤ۔ اگر کوئی چیز مقابلہ کیلئے تمہارے سامنے آئے تو اس کی مت پرواہ کرو۔ ایک وہ قومیں ہیں جو اپنے بچوں عورتوں کو قوم کی خدمت کیلئے لگا رہی ہیں۔ موجودہ وقت میں جس قدر سامان جنگ سلطنت برطانیہ کے پاس ہیں اس کے مقابلہ میں جرمنی اور آسٹریا کے پاس بہت ہی تھوڑا ہے لیکن باوجود اسباب کے اس وقت کے مدبرین نے ان کی ہمت اور استقلال کو مانا ہے وہ ذرا ہمت نہیں ہارتے۔ اور باوجود کُل سامانوں کی مخالفت کے مقابلہ سے ہاتھ نہیں روکتے۔ اس دنیاوی دشمن سے نصیحت حاصل کرو کہ اس کیلئے خدا نے کوئی وعدہ نہیں کیا کہ مَیں تم کو غالب کروں گا اور اس کی شکست دنیاوی سامانوں کے لحاظ سے یقینی معلوم ہوتی ہے بلکہ خدا کا ہاتھ بھی اس کے خلاف معلوم ہوتا ہے کہ جہاں اس کو کامیابی کی امید ہوتی ہے وہیں ایسی کوئی نئی بات پَیدا ہو جاتی ہے کہ فتح کو شکست میں بدل دیتی ہے مگر پھر بھی وہ اس قدر ہمت اور استقلال سے کام کرتا ہے۔

تمہارے لئے تو خدا نے یہ وعدہ کیا ہے کہ تم فتح پاؤ گے۔ پھر تم کیوں ہمت ہارتے ہو کیا

صرف اس لئے نا امید ہوتے ہو کہ لوگ نہیں سنتے۔نہیں یہ خیال مت کرو، جو آج نہیں سنتا وہ کل سنے گا جو اس مہینے میں نہیں سنتا وہ اگلے مہینے میں سنے گا۔جو آج تم سے نفرت کرتا ہے وہ کل تم سے محبت اور اُلفت کرے گا۔اگر آج دور رہتا ہے تو کل قریب آئے گا۔کیا یہ سچ نہیں کہ ہم میں بہت سے ایسے احمدی موجود ہیں جو پہلے سخت مخالف تھے۔لیکن آج دین پر جان قربان کرتے ہیں۔پھر کیا وہ ہمارے لئے سبق نہیں کہ ہر ایک کام اپنے وقت پر ہوتا ہے اور جو لوگ ہمارے سخت مخالف ہیں ان سے ہمیں بالکل نہیں ڈرنا چاہئیے نا امید نہیں ہونا چاہئیے کیونکہ نہیں معلوم کہ جب ہم مایوس ہو کر بیٹھ گئے وہی وقت ان کی ہدایت کا ہو۔پس ہمیں چاہئیے کہ ہم اس وقت تک اپنے کام کو نہ چھوڑیں جب تک کہ موت ہمارے ہونٹوں کو بند نہ کردے۔اس میں شک نہیں کہ اس وقت بھی ہماری جماعت ترقی کر رہی ہے لیکن ترقی کی جو رفتار ہے وہ بہت آہستہ اور سُست ہے۔

درحقیقت اگر سوچو تو یہ ہماری غفلتوں اور سستیوں کا نتیجہ ہے۔اسلام بھی اس وقت یوسف کی طرح غلام ہو کر بِک رہا ہے تم اس کوشش میں لگ جاؤ کہ خدا کا چہرہ نظر آئے کیا تمہاری آنکھیں اس بات کو دیکھنے کی خواہش نہیں رکھتیں کہ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کہنے والے چاروں طرف نظر آئیں۔کیا تمہارا دل نہیں چاہتا کہ مسیح موعود کو دجال کہنے کی بجائے انہیں نبی کہا جائے۔مبارک ہیں وہ جن کے ذریعہ یہ کام ہوتا ہے وہ وقت آئے گا اور ضرور آئے گا جب یہ کام ہو کر رہیں گے کیونکہ یہ خدا کے وعدے ہیں جو ضرور پورے ہوں گے۔لیکن کاش وہ دن ہم اپنی آنکھوں سے دیکھیں اور ہمارے ذریعہ ہوں تا ہم برکت پائیں اور ہم ہی ان درجات کو حاصل کرنے والے ہوں۔اسلام کو لانے والے اور اسی طرح ثریا سے ایمان لانے والے کا نام دنیا میں بلند دیکھیں خدا تعالیٰ ہماری محنتوں کو ضائع نہیں کرے گا۔پس تم ہوشیار ہو جاؤ یہی تمہارے کام کرنے کے دن ہیں تم تھک کر مت بیٹھو۔مَیں پھر کہتا ہوں یٰبَنِیَّ اذْهَبُوْا فَتَحَسَّسُوْا مِنْ يُّوْسُفَ وَاَخِيْهِ وَلَا تَايْـَٔسُوْا مِنْ رَّوْحِ اللّٰهِ۔اے میرے بیٹو! تم اسلام کی خبر لو اور اس سے غافل اور نا امید نہ ہو۔روح کے معنے نصرت اور فضل اور آرام کے ہیں پس تم خدا تعالیٰ کی نصرت اور مدد سے نا امید نہ ہو۔خدا تعالیٰ تمہیں توفیق دے کہ تم ان انعامات کے وارث بنو۔آمین

(الفضل ۲۱۔نومبر ۱۹۱۵ء)

۱؎ یوسف:۸۸ ۲؎ ترمذی کتاب العلم باب ما جاء فی فضل الفقہ علی العبادۃ